تزکیہ نفس

تحریر:
پروفیسر
عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ

حیوان ناطق کو جو چیز دوسرے حیوانات سے منفرد اور ممتاز کرتی ہے وہ اس کا روحانی پہلو اور ملکوتی صفات ہیں۔ انسانی مزاج اور طبیعت میں مادی حسیات اور سفلی مطالبات دونوں ایک ساتھ دکھائی دیتے ہیں۔ یہی باعث ہے کہ خالق کائنات نے انسانوں کی طبیعت کے مادی اور سفلی پہلو کو ایک روحانی شان اور ملکوتی آہنگ میں ڈھالنے کیلئے تزکیہ اور طہارت کی تعلیم علم الوحی کے ذریعے سے عطا کی ہے۔ صحف مقدسہ کی اس تعلیم کے ساتھ ساتھ حق تعالیٰ نے وہ برگزیدہ انبیاء و رسل بھی مبعوث فرمائے جو انسانی جماعت کے سامنے ایک پاکیزہ اور تقویٰ شعار زندگی کے نمائندے تھے۔ انبیاء و رسل کے اس سلسلۃ الذہب کے آخری ترجمان حضرت محمد ﷺ ہیں جنہوں نے انسانی زندگی کیلئے وہ کامل ترین نمونہ پیش کیا جسے قرآن مجید نے اسوۂ حسنہ قرار دیا۔ ہم جب اس اسوۂ حسنہ کا علمی مطالعہ ایک عملی نقطہ نظر سے کرتے ہیں تو یہ حقیقت نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ آپ نے تزکیہ نفوس کیلئے ایک ایسا ہمہ گیر پروگرام پیش فرمایا جس میں عقائد، عبادات اور معاملات کے تمام پہلو شامل ہیں۔

قرآن مجید کی مختلف آیات میں انبیاء و رسل کی بعثت کے مقاصد کا ذکر ملتا ہے۔ خود نبی کریم ﷺ کی بعثت کے مقاصد کو قرآن مجید کی مختلف آیات میں پیش کیا گیا ہے جن میں بہ تکرار تلاوت آیات، تزکیہ نفوس اور تعلیم کتاب حکمت کا ذکر کیا گیا ہے لیکن اگر ایسی تمام آیات کا استیعاب اور استقصاء کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبرانہ مشن اور ویژن حقیقی طور پر صرف تزکیہ نفوس کا کام کرتا ہے جبکہ باقی ماندہ فرائض نبوت اس مقصود حقیقی کے معاون وسائل کے طور پر عائد کئے گئے ہیں۔ قرآن مجید میں اس مضمون کو ذیل کی آیات میں پیش کیا گیا ہے:

﴿هو الذى بعث فى الامیین رسولاً منهم یتلوا علیهم ایته ویزکیهم ویعلمهم الکتب والحکمة وان کانوا من قبل لفى ضلل مبین﴾ [الجمعة:۲]

”وہی ہے جس نے اُمیوں کے اندر ایک رسول خود انہیں میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے، ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس

سے پہلے وہ مکمل گمراہی میں پڑے تھے۔''

﴿لقد من الله علی المؤمنین اذ بعث فیهم رسولاً من أنفسهم یتلو علیهم ایته ویزکیهم ویعلمهم الکتب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین﴾ [آل عمران:۱۶۴] ''درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے، ان کی زندگی کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔''

قرآن مجید میں اس دعائے خلیلؑ کا بھی تذکرہ ملتا ہے جس کی قبولیت کا حقیقی اظہار اس کے چھبیس سو سال بعد حضرت محمد ﷺ کی بعثت کی شکل میں ہوا۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کو یوں نقل کیا گیا ہے:

﴿ربنا وابعث فیهم رسولاً منهم یتلوا علیهم آیٰتک ویعلمهم الکتب والحکمة ویزکیهم انک أنت العزیز الحکیم﴾ [البقرة:۱۲۹] ''اور اے ہمارے رب! ان لوگوں میں خود انہیں کی قوم سے ایک رسول اٹھائیو جو انہیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے، تو بڑا مقتدر اور حکیم ہے۔''

اسی سورۃ کے ایک دوسرے مقام پر اسی مضمون کو ایک دوسری آیت میں یوں بیان فرمایا گیا:

﴿کما أرسلنا فیکم رسولاً منکم یتلوا علیکم آیٰتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتب والحکمة ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون﴾ [البقرة:۱۵۱] ''ہم نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہیں ہماری آیات سناتا ہے، تمہاری زندگیوں کو سنوارتا ہے، تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سناتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔''

ان آیات کے مطالعہ سے نبوت کے فرائضِ ثلاثہ کا تعین ہوتا ہے مگر اس میں حقیقی مقصود تو تزکیہ نفس ہی ہے جسے کبھی درمیان میں اور کبھی آیات کے آخر میں بیان کیا گیا ہے۔ اس تقدیم وتاخیر کے اصول سے بھی اس مضمون کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ تزکیہ نفس کے اس مضمون کو قرآن مجید کی بعض دوسری سورتوں میں بھی مختلف

اسالیب میں بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ عبس میں ایک نابینا صحابی کے حوالے سے ذکر کیا گیا کہ شاید وہ تزکیہ کے حصول کیلئے حاضر ہوا ہو۔ سورۃ النازعات میں موسیٰؑ کو فرعون کے پاس دعوت پیش کرنے کیلئے بھیجا گیا تا کہ وہ اپنی سرکشی سے باز آئے اور تزکیہ حاصل کرے۔ سورۃ الاعلیٰ میں تزکیہ کے حصول کو کامیابی اور فلاح کا موجب قرار دیا گیا ہے اور اسی طرح سورۃ الشمس میں نفس کے تزکیہ کرنے والے کو کامیاب اور اس سے محروم ہونے والے کو نامراد قرار دیا گیا۔ ان تمام آیاتِ مبارکہ کے مطالعے سے دین و شریعت میں تزکیہ نفس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

تزکیہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا لغوی مفہوم کسی چیز کو صفائی اور ستھرائی دینا، اجالنا اور نشوونما کے ذریعے سے تکمیل دینا ہے۔ اگر اس کو کسی تمثیلی اسلوب میں سمجھنا ہو تو ایک باغبان کی سرگرمیوں سے اسے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے جو اپنے چمن سے گھاس پھونس اور جھاڑ جھنکار کو نکال کر اس کی روشوں کو صاف ستھرا، خوشنما اور جاذب نظر بناتا ہے۔ بعینہٖ انسانی وجود بھی ایک کھیتی کی مانند ہے جس میں جاہلیت کے اوہام، شیطنت کے حربے، نفسانیت کے کانٹے اور قلب ونظر کے اشکالات موجود ہوتے ہیں، ان کو دور کرنے اور ان کی جگہ سیرت و کردار اور اخلاقی فضائل پیدا کرنے کیلئے جو عمل اختیار کیا جاتا ہے اسے تزکیہ نفس کہا جاتا ہے اس کیلئے قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ میں ایک مستقل ضابطہ موجود ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ونفس وما سوّٰھا○ فالھمھا فجورھا وتقوٰھا○ قد أفلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا﴾ [الشمس:۱۰] ''اور نفس انسانی کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا۔ پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کر دی۔ یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبا دیا۔''

اللہ تعالیٰ نے نفس انسانی میں یہ خوبی اور صلاحیت پیدا کی ہے کہ وہ نیکی اور بدی کے رجحانات اور میلانات میں فرق محسوس کر سکے۔ خیر و شر کی یہ کشمکش انسان کے دل و دماغ میں برپا رہتی ہے۔ ''نفسِ اَمّارہ'' بدی کی قوتوں کی طرف اکساتا اور متوجہ کرتا ہے۔ ''نفس لوّامہ'' ان حرکات پر توبہ و استغفار، پشیمانی اور ندامت کے رویے کو اختیار کرتا ہے جس کے نتیجے میں نفس مطمئنہ کی وہ مطلوب کیفیت حاصل ہوتی ہے جسے قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿یآیتھا النفس المطمئنۃo ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃo فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی﴾ [الفجر:۲۷۔۳۰] ''اے نفسِ مطمئنہ! چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو (اپنے انجام نیک سے) خوش (اور اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ ہے۔ شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں۔''

تزکیہ نفس کیلئے کتاب وسنت میں جن تعلیمات کا واضح ذکر ہوا ہے ان کے مطابق انسانی فکر وعقائد کی اصلاح سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ فکری اور اعتقادی درستی سے علم اور ادراک ہر دو کا تزکیہ ہو جاتا ہے جس کے بعد عملی گمراہیوں اور فکری ضلالتوں سے بچنے کی تدابیر پر عمل کرنے کی ضرورت ہے تاکہ علم کے ساتھ ساتھ انسانی عمل بھی تزکیہ کی کیفیت سے ہم آہنگ ہو جائے۔ علم وعمل کا یہ تزکیہ مسلسل مشق، انسان کے معاشرتی روابط اور دنیاوی معاملات کی اصلاح وتزکیہ کا باعث بن جاتا ہے۔ دین وشریعت نے تزکیہ نفوس کی اس ضرورت کیلئے دوسرے مذاہب کے برعکس عبادات کا ایک شرعی اسلوب واضح کیا ہے جس کو اختیار کرنے اور جس پر عمل کرنے سے قلب ونظر میں وہ مطلوبہ طہارت پیدا ہو جاتی ہے جو ایک انسان کی دنیوی طمانیت اور اخروی فلاح ونجات کی ضامن ہے۔

تزکیہ نفس کے اعتبار سے یوں تو تمام عبادات کا پیکج مفید اور مؤثر ہے مگر ان میں روزے کی عبادت اپنے فوائد وثمرات کے لحاظ سے خصوصی اہمیت رکھتی ہے۔ تزکیہ نفس کے عملی مظاہر میں سب سے اہم چیز تقویٰ شعاری ہے۔ یہ تقویٰ مقصودِ حیات ہے اور یہی وہ حقیقی جوہر ہے جس سے مادی اور سفلی جذبات، روحانی وملکوتی کیفیات میں بدل جاتے ہیں۔ تقویٰ ہی وہ جوہرِ حیات ہے جو خیر وشر کی کشمکش میں ایک فیصلہ کن کردار سر انجام دیتا ہے۔ قرآن مجید نے مختلف مقامات پر متقین کی صفات کو بیان کیا ہے۔ علم وحی اور دین وشریعت کے اسرار ورموز صرف انہیں لوگوں پر منکشف ہوتے ہیں جو تقویٰ کے حصول کیلئے کوشاں اور تزکیہ کے حصول کیلئے فکر مند رہتے ہیں۔ یہی باعث ہے کہ عبادت کا بالعموم اور روزے کا بالخصوص مقصد تقویٰ شعاری اور پرہیز گاری کو اختیار کرنا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿یآیھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون﴾ [البقرۃ:۱۸۳] ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کئے گئے تھے تاکہ تم میں تقویٰ اور پرہیز گاری پیدا ہو۔''

روحانی کمالات کے حصول کیلئے مختلف مذاہب میں متنوع اسالیب، مناہج اور طریقے رائج ہیں مگر اسلام

نے تزکیہ نفس کے حصول کیلئے طلوع سحر سے۔ لے کر غروب آفتاب تک تمام حلال چیزوں کی بندش کا ضابطہ پیش کیا ہے۔ نفس انسانی کی مرغوبات میں پیٹ اور شہوت دونوں جبلتیں حیوانیت کی نمائندہ ہیں مگر شریعت نے ان کو ختم کرنے کے بجائے ان کو ایک اعتدال میں لاکر روحانی کیف اور ملکوتی صفات پیدا کرنے کا انتظام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام وفرامین کی پیروی میں پیٹ اور شہوت کے تقاضوں کو عارضی طور پر دبانے کی مشق سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ تقویٰ کی جلیل القدر صفت ہے۔

رمضان المبارک کا مقدس مہینہ ابھی ابھی ہم سے رخصت ہوا ہے۔ انفرادی سطح پر تو ہم اس کا بہت اہتمام کرتے رہے مگر اس کیلئے ہمیں اجتماعی سطح پر پاکیزگی کی ایسی فضا تیار کرنا چاہیے تھی کہ جس سے ماحول اور معاشرت میں ایک مثبت تبدیلی دکھائی دے۔ اس مقصد کیلئے ہمارے پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کو بہت شعوری فیصلہ کرنا چاہیے کہ ان کے ذریعے سے کوئی ایسی عبارت یا تصویر شائع نہ ہو کہ جس سے تقویٰ شعاری اور پاکیزگی کے ماحول میں خلل واقع ہو اور یوں الیکٹرانک میڈیا سے ایسے پروگرام شروع کئے جائیں جو فکر ونظر کی طہارت اور پاکیزگی کا موجب ہوں۔ حکومتی اور ریاستی سطح پر ایسی قانون سازی ہونی چاہیے کہ جس سے کسی ادارے میں اباحیت یا پراگندگی پھیلانے کا انسداد کیا جاسکے۔ ہم قومی سطح پر آج جس صورت حال سے دوچار ہیں، نوجوان نسل میں ایک ذہنی آوارگی کا جو رجحان دکھائی دیتا ہے، قانون شکنی کی وارداتوں میں جس تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اس کی اصلاح محض متعلقہ اداروں کے ملازمین کی تعداد میں اضافے سے نہیں ہوسکتی بلکہ اس کیلئے اصلاح عام کے کسی بھرپور پروگرام کی ضرورت ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے ارباب اختیار اور تمام اداروں کے سربراہان ایسا طرزِ عمل اختیار کریں کہ جس سے ہم معاشرے کی اخلاقی تطہیر کی ذمہ داری کو پورا کرسکیں۔ یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ آج سے چونسٹھ (64) سال قبل اس مملکت کا قیام رمضان المبارک کی لیلۃ القدر کی سعادت آفریں گھڑیوں میں ہوا۔ وطن عزیز پاکستان ایک اسلامی، جمہوری اور فلاحی ریاست ہے۔ اس ریاست کے مقاصد کی تکمیل کیلئے بھی ہمیں اسلام کے بنیادی اصول وضوابط کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور انہیں عملی طور پر نافذ کرنا ہوگا۔ امت مسلمہ ان دنوں جس کرب اور اذیت سے دوچار ہے اس سے رہائی حاصل کرنے کیلئے ہمیں اجتماعی سطح پر توبہ اور استغفار کا سہارا لینا چاہیے۔ تہذیبوں کی اس کشمکش میں بالآخر وہی تہذیب اور وہی قوم کامیاب اور سرخرو ہوگی ہوگی جو اخلاقی کمالات اور روحانی اوصاف سے متصف ہوگی۔ رمضان المبارک میں تزکیہ وتربیت کا وہ سارا سامان موجود ہوتا ہے جو انفرادی اور اجتماعی ہر دو سطح پر ہماری دینوی اور اُخروی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تزکیہ نفس کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!